باب الفتاویٰ [redacted]

بعض قرآنی آیات کا جواب

سوال: ہمارے ہاں عام طور پر دوران جماعت مقتدی حضرات بعض آیات کے اختتام پر بآواز بلند ان کا جواب دیتے ہیں کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ کچھ علماء کہتے ہیں کہ یہ صرف پڑھنے والے کے لیے ہے۔ اس کی قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

سائل: محمد طاہر جوہر آباد۔ خوشاب

الجواب وھو الموفق للصواب

یہ سوال مختلف حضرات کی طرف سے ہمیں موصول ہوا ہے۔ مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر ہم ذرا تفصیل سے بحث کرتے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوران قرأت یہ بھی معمول تھا۔

اذا مر بآیۃ فیہا تسبیح سبح واذا مر بسوال سال واذا مر بتعوذ تعوذ

(مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین)

"جب آپ دوران قرأت تسبیح پر مشتمل آیت تلاوت کرتے تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے اور جب کسی سوال کی آیت سے گزرتے تو سوال کرتے اور تعوذ کی آیت پڑھتے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول اگرچہ صلوٰۃ اللیل سے متعلق ہے تاہم محدثین کرام نے اسے عام دیکھا ہے یعنی جب بھی کوئی ایسی آیات کی تلاوت کرے جس میں اللہ کی تسبیح یا پناہ کا ذکر ہو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے اس وقت اللہ کی تسبیح کرے اور اللہ سے سوال کرے نیز دینی و دنیوی ضرر رساں اور نقصان اور خسران سے اللہ کی پناہ مانگے۔

صرف پڑھنے والے کے لیے ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع صرف اس معنی میں تمام افرادِ امت کے لیے عام ہے جب فرد کی حالت بھی وہی ہو جس حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام سرانجام دیا ہے۔ ہمارے ہاں جن آیات کا جواب دیا جاتا ہے اب ہم اُس کی حیثیت بیان کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کان اذا قرأ سبح اسم ربک الاعلیٰ۔ قال سبحان ربی الاعلیٰ" (ابوداؤد)

" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے سبحان ربی الاعلیٰ کہتے"۔

یہ تسبیح پر مشتمل آیت پڑھنے کے بعد تسبیح بیان کرنے کا عملی نمونہ ہے۔ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد امام ابوداؤد فرماتے ہیں۔

خولف وکیع فی ھذا الحدیث رواہ ابو وکیع وشعبہ عن ابی اسحاق عن سعید بن جبیر عن ابن عباس موقوفا۔

اس حدیث کے بیان کرنے میں ایک راوی حضرت وکیع کی دوسرے طرف سے مخالفت کی گئی ہے۔ اسے وکیع بن جراح بن ملیح اور حضرت شعبہ بیان کرتے ہیں تو اس روایت کو مرفوع کے بجائے حضرت ابن عباس سے موقوفاً بیان کرتے ہیں۔ یعنی ان کے ہاں یہ روایت مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہے۔ اس کے علاوہ حضرت معمر نے بھی وکیع کی مخالفت کرتے ہوئے اسے موقوف بیان کیا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ص۴۵۲ ج ۲)

لیکن وکیع بھی چونکہ ثقہ راوی ہے اس لیے اس کا مرفوع بیان کرنا ایک اضافہ ہے جسے محدثین کے اصول کے مطابق قبول کیا جانا چاہیے اس لیے یہ روایت مرفوع ہو گی اور حاکم نے اسی سند سے اس روایت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین۔ (مستدرک حاکم ص ۲۶۷ ج ۱)

یعنی یہ حدیث شیخین بخاری مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ امام ذہبی نے بھی اسے یونہی برقرار رکھا ہے۔

اگر موقوف بھی ہو تو بھی اسے مرفوع کا حکم دیا جائے گا کیونکہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں اجتہاد کو کوئی دخل نہیں ہے۔ واضح رہے کہ یہ عمل صرف قاری کے لیے خواہ دورانِ نماز ہی کیوں نہ ہو

[illegible] صحابہ کرام کا اسی پر عمل رہا ہے چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے متعلق روایات میں آیا ہے

کہ انہوں نے جمعہ کی نماز میں "سبح اسم ربک الاعلیٰ" پڑھا تو "سبحان ربی الاعلیٰ" پڑھا (بیہقی ص ۳۱۱ ج ۲)
اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی وضاحت ہے کہ انھوں نے نماز میں سبح اسم ربک الاعلیٰ کے جواب میں سبحان ربی الاعلیٰ کہا تھا۔ (حوالہ مذکور)

ان آثار کے پیش نظر اگر کوئی نماز میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتا ہے تو "سبحان ربی الاعلیٰ" کہنا چاہیے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نمونہ ہے اور صحابہ کرام نے اس نمونے کو اپنایا ہے مگر اسے مقتدیوں کے لیے جواب دینے کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

۲۔ حدیث میں ہے کہ "من قرء منکم والتین والزیتون" فانتھی الی "الیس اللہ باحکم الحاکمین" فلیقل بلیٰ وانا علیٰ ذالک من الشاھدین" ترمذی، ابوداؤد (مسند امام احمد ص ۲۴۹ ج ۲)

اگر کوئی والتین والزیتون پڑھے اور الیس اللہ باحکم الحاکمین تک پہنچے تو اسے بلیٰ وانا علیٰ ذالک من الشاھدین کہنا چاہیے۔

اس روایت میں حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرنے والا ایک راوی مجہول ہے جس کا کوئی اتا پتا نہیں ہے۔ محدثین کی بیان کردہ شرائط کے مطابق جس روایت کی سند میں "جہالت" پائی جائے وہ ضعیف ہوتی ہے۔ امام ترمذی اس روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"یہ روایت صرف اسی سند کے ساتھ بیان ہوئی ہے اور (حضرت ابوہریرہ سے بیان کرنے والے اعرابی کا نام مذکور نہیں۔"

مصنف عبدالرزاق میں یہ روایت اعرابی اور حضرت ابوہریرہ کے بغیر بیان ہوئی ہے اس بناء پر ناقابل قبول قرار پاتی ہے کیونکہ اس سند سے دو راوی ساقط کر دیے گئے ہیں۔

(مصنّف عبدالرزاق ص ۴۵۲ ج ۲)

۳۔ حدیث میں ہے من قرأ "لااقسم بیوم القیامۃ" فانتھی الی "الیس ذالک بقادر علی ان یحیی الموتیٰ" فلیقل بلیٰ، رواہ ابوداود (مسند امام احمد ص ۲۴۹ ج ۲)

جب کوئی "لا اقسم بیوم القیامۃ" کی تلاوت کرے اور آخری آیت پڑھے تو اس کے بعد اسے چاہیے کہ "بلیٰ" کہے۔

اس روایت میں بھی وہی سقم ہے جو اس سے پہلے والی میں بیان ہو چکا ہے کیونکہ یہ ایک ہی روایت ہے جسے ہم مسئلہ کی وضاحت کے پیش نظر الگ الگ بیان کر رہے ہیں۔ ایک دوسری

روایت میں ہے کہ ایک آدمی اپنے مکان کی چھت پر نماز پڑھا کرتا تھا۔ جب سورۃ قیامہ کی اس آخری آیت کو ختم کرتا تو "سبحانک بلیٰ" کہتا۔ جب لوگوں نے اس سے پوچھا تو بتایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کہتے سنا ہے (بیہقی ص۳۱۰ ج ۲)

اوّل تو اس روایت کے ایک راوی موسیٰ بن ابی عائشہ ہیں جن کے متعلق یہ گمان بھی نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے کسی صحابی سے یہ حدیث سُنی ہو۔ جس کا ذکر مذکورہ روایت میں ہے اور موسیٰ بن ابی عائشہ ہی اس سے بیان کرتے ہیں۔ پھر یہ صرف قاری کے لیے ہے مقتدیوں کے لیے جواب دینے کی دلیل یہ واقعہ نہیں بن سکتا۔

۴۔ حدیث میں ہے "من قرأ "والمرسلات" فبلغ "فبای حدیث بعدہٗ یومنون" فلیقل آمنا باللہ (بیہقی ص ۳۱۰ ج ۲)

جو سورۃ مرسلات کی تلاوت کرے تو فبای حدیث بعدہٗ یومنون" کے بعد آمنا باللہ کہے اس حدیث میں وہی سقم ہے جس کا تفصیلی ذکر پہلے ہو چکا ہے کیونکہ یہ بھی پہلی روایت کا ایک حصہ ہے۔

۵۔ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اصحاب کے سامنے سورۃ رحمٰن" کی تلاوت فرمائی۔ صحابہ کرام خاموش رہے آپ نے فرمایا۔ میں نے یہی سورت جنوں پر پڑھی تھی تو وہ جواب دینے میں تم سے بڑھ کر تھے۔ میں جب بھی "فبای الاء ربکما تکذبان" پڑھتا تو وہ جواب میں "لا بشیئ من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد" کہتے۔ (ترمذی)

علامہ البانی نے اس روایت کو 'حسن' کہا ہے۔ (مشکوٰۃ تحقیق البانی ص ۲۷۳ ج ۲)

لیکن اس میں یہ صراحت نہیں ہے کہ ایسا دوران نماز ہوا ہے البتہ قرائن ایسے ملتے ہیں کہ آپ نے جنوں کے سامنے یہ سورہ نماز کے علاوہ کسی وقت تلاوت کی تھی۔ کیونکہ صرف جنوں کی جماعت کرانا کسی روایت سے ثابت نہیں ہے۔

۶۔ ہمارے ہاں سورۃ الغاشیہ کے اختتام پر اللھم حاسبنی حسابا یسیرا کے الفاظ بطور جواب امام اور مقتدیوں کی طرف سے باآواز بلند ادا کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ کسی صحیح یا ضعیف حدیث میں ایسا نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الغاشیہ کے اختتام پر یہ کلمات کہے ہوں البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک بیان کتب حدیث میں موجود ہے۔

اپنی کسی نماز میں یہ کہتے ہوئے سنا " اللھم حاسبنی حسابًا یسیراً " (مسند امام احمد ص ۴۸ ج ۶)

" لیکن اس میں سورۃ غاشیہ کا تعین کرنا انتہائی مشکل امر ہے یعنی اس کا تعلق سورۃ غاشیہ کے اختتام سے نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات جواب کے طور پر نہیں بلکہ بطور دعاء پڑھتے تھے چنانچہ علامہ البانی لکھتے ہیں کہ اس دعا کو تشہد کے بعد سلام سے پہلے پڑھا جاسکتا ہے۔ انہوں نے " صفۃ صلوٰۃ النبیؐ " میں اس دعاء کو ان دعاؤں میں ذکر کیا ہے جو سلام سے پہلے پڑھی جاتی ہیں۔ (ص ۱۰۲... الخ الدعاء قبل السلام وانواعہ)

بعض اہل علم مقتدیوں کی طرف سے جواب دینے کو دلائل کے بجائے زورِ قلم سے ثابت کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا عرفان کا نتیجہ ہے وہ عرفان جیسے قاری کے لیے ممکن ہے۔ ویسے ایک سامع کے لیے بھی بجا ہے۔" ہم بصد ادب گزارش کرتے ہیں کہ اس قسم کے مسائل " ادبیت " سے ثابت نہیں ہوتے بلکہ جن اعمال کا تعلق عبادات سے ہے ان کے لیے غیر مبہم اور واضح دلائل درکار ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ " سبح اسم ربک الاعلیٰ " کی تلاوت کے وقت امام کو بحالتِ نماز " سبحان ربی الاعلیٰ " کہنے کی اجازت ہے کیونکہ یہ عمل دیگر صحابہ کرام سے بھی ثابت ہے۔ باقی جوابات پر مشتمل روایات محدثین کے قائم کردہ معیارِ صحت پر پوری نہیں اترتیں۔ جن حضرات کے ہاں اس قسم کی روایات پر عمل کرنے کی گنجائش ہے وہ اگر انہیں عمل میں لانا چاہیں تو یہ قرأت کے وقت ہے جبکہ وہ خود تلاوت کر رہے ہوں۔ مقتدی کے لیے جواب دینے کا جواز ان روایات سے ثابت نہیں ہوتا۔ " فبایّ الاء ربکما تکذبان " کا جواب خارج از نماز دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ دورانِ نماز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تلاوت فرمانا اور جنوں کا جواب دینا اس کے لیے ہمیں ثبوت مہیا نہیں ہوسکا۔ سورۂ غاشیہ کے اختتام پر جواب دینا تو انتہائی محلِ نظر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات (اقبال)